ہفت تماشائی مرزا قتیل

جناب محمد عمر صاحب - اُستاذ جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی

[محمد حسن قتیل انیسویں صدی کے شعرائے فارسی میں ممتاز مقام رکھتے ہیں۔ اگرچہ انھوں نے اُردو میں کوئی مستقل دیوان مرتب نہیں کیا اور ان کے صرف دو اشعار ابھی تک دریافت ہوئے ہیں۔ ایک شعر مرقع شعرا (مرتبہ رام بابو سکسینہ) اور دوسرا تذکرہ عیار الشعرا (قلمی نسخہ انجمن ترقی اُردو ہند علی گڈھ) میں ملتا ہے۔ لیکن اردو شاعری پر بھی قتیل کا بڑا احسان ہے۔ انھوں نے مصحفی، رنگین، جرأت، انشا، وغیرہ کا زمانہ پایا تھا۔ اور ہندوستان میں دور دراز تک سیر و سیاحت کی تھی۔ وضیع و شریف کی صحبتوں میں بیٹھے تھے اور بقول مصحفی انھیں ہزارہا اشعار نوک زبان تھے۔ مصحفی کو تذکرہ عقد ثریا لکھنے کے لیے انھوں نے ہی آمادہ کیا تھا۔ اسی طرح انشا کو انھوں نے دریائے لطافت لکھنے کے لیے نہ صرف ترغیب دی بلکہ اس کا تقریباً نصف حصہ لکھا بھی۔ جس طرح مصحفی کے تذکرے ہمارے اولین مآخذ میں قابلِ قدر ہیں اور تذکرہ نگاری کا نہایت ستھرا معیار پیش کرتے ہیں، اسی طرح انشا کی دریائے لطافت اردو زبان کے قواعد اور اصول لسانیات پر اہم کتاب سمجھی جاتی ہے۔ یہ بھی گویا قتیل کی بالواسطہ خدمت ہے۔

خود قتیل کی تصانیف میں ضخیم دیوان فارسی کے علاوہ نہر الفصاحت، چار شربت اور رقعات قتیل انشائے فارسی کی عمدہ کتابیں ہیں۔ اور ان میں تاریخ ادب کے بارے میں بہت قیمتی مواد ملتا ہے۔ لیکن قتیل کی اور کتاب بھی ہے جو اگرچہ مطبع نول کشور سے شائع ہو چکی ہے لیکن اس کا تذکرہ بھی کم کیا جاتا ہے اور اس کی اہمیت سے بھی کم ہی لوگ واقف ہیں۔ یہ کتاب "ہفت تماشائی" ہے جس میں قتیل نے ہندوستانی مذاہب کے بارے میں معلومات فراہم کی ہیں۔ اس کے علاوہ اٹھارہویں اور انیسویں صدی عیسوی کی معاشرت پر بھی اس کتاب میں بہت قابل قدر

مواد ملتا ہے۔ اسے قتیل نے سات ابواب میں تقسیم کیا ہے۔

پہلا باب : سماتنکیوں کا مذہب اور اس کے بارے میں تحقیقات۔

دوسرا باب : انسان کی آفرینش کے بیان میں۔

تیسرا باب : ہندو فرقوں کے اعتقادات کے بیان میں۔

چوتھا باب : ہندوؤں کے متبرک دنوں اور تہواروں کے بیان میں۔

پانچواں باب : ہندوؤں کے رسوم و رواج کے بیان میں۔

چھٹا باب : ہندوستانی مسلمانوں کی معاشرت اور رسوم و رواج۔

ساتواں باب : بعض عجائب و غرائب کا بیان۔

اس کتاب کی تصنیف ۱۸۱۱ء میں ہوئی۔ اس لئے اس میں زیادہ تر مواد اٹھارھویں صدی عیسوی کی معاشرت پر ملتا ہے۔ اور چونکہ اس موضوع پر کام کرنے والوں کے لئے یہ کتاب ایک نہایت اہم ماخذ ہے اور اس میں بعض ایسی باتیں درج ہیں جو ہمیں اس عہد کی اور کسی تصنیف میں نہیں ملتیں۔ علاوہ ازیں اس کا مصنف بٹالہ ضلع گورداسپور کے کھتری خاندان سے تعلق رکھتا ہے جس نے آغازِ جوانی میں مذہب اسلام قبول کیا تھا۔ ہندو عقائد اور رسوم و رواج کے بارے میں اُس نے جو کچھ لکھا ہے وہ پایۂ استناد سے ساقط نہیں۔ ان وجوہ سے یہ ضروری معلوم ہوا کہ اس کتاب کو ایک مفصل مقدمہ اور حواشی کے ساتھ اہلِ نظر کے سامنے پیش کیا جائے۔ یہاں اس کتاب کا دیباچہ چھوڑ کر پہلے باب کا ترجمہ دیا جاتا ہے۔ کتاب کے بارے میں تفصیلی مقدمہ اور مصنف کے حالات کتابی صورت میں اشاعت کے وقت پیش کئے جائیں گے۔

[ڈاکٹر محمد عمر ۔ جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی]

ہفت تماشائی

پہلا باب : سماتنکیوں کا مذہب

واضح رہے کہ ہندو تاریخ کی کتاب کو پُران کہتے ہیں۔ اور پران قدیم ہیں جو کہ پرانوں میں سب سے پہلا تھا' لکھا ہے کہ مخلوق کے وجود میں آنے سے پہلے پانی کے سوا کچھ بھی نہ تھا' وہ ذات جو تمام قیود سے آزاد اور بے شبہ و بے نمون ہے' انسان کی صورت اختیار کر کے شیش ناگ کی پشت پر خواب

وحدت میں مصروف تھی، شیش، ایک سانپ کا نام ہے، جسے "گاوِ زمین" کا حامل بنایا جاتا ہے، ہندی زبان میں ناگ، سانپ کو کہتے ہیں اور شیش اس سانپ کا عالم ہے۔ وہ سانپ قدیم الایام سے پانی میں رہتا تھا، اور اب بھی اسی کے اوپر ہے۔ گویا ذاتِ مجرد (خداوندی) شیش کی صورت میں مذکورہ سانپ کی پشت پر سوئی ہوئی تھی کہ دفعتہً اس شخص کی ناف سے نیلوفر کا ایک پھول نکلا۔ اور اس پھول سے ایک آدمی برآمد ہوا، جس کے ایک سے زیادہ سر، ہاتھ اور بازو تھے۔ اس انسان کو جو نیلوفر کے پھول سے برآمد ہوا تھا، برہما کہا جاتا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ اجسامِ فلکی سے موالیدِ ثلاثہ تک تمام موجودات کا خالق برہما ہے اور اس فرقہ کے بعض علماء آسمانوں کے وجود کے قائل نہیں ہیں اور بعضوں کے نزدیک عقلِ اول، نفسِ فلکی اور لوحِ محفوظ سے بھی برہما ہی مراد ہے۔ برہما کی عمر کی مدت چند سال قرار دیتے ہیں۔ ہر سال تین سو ساٹھ دن کا ہوتا ہے اور ایک دن کی کیفیت یہ ہے کہ زمانے کو چار یگوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

اول ستجگ۔ اس کی مدت سترہ لاکھ اور اٹھائیس ہزار سال ہے اور جو لوگ اس دور میں پیدا ہوں اُن کی عمر ایک لاکھ سال ہوتی ہے اور اس دور کے آدمیوں کو صداقت اور باہمی محبت کی وجہ سے بادشاہ کی ضرورت پیش نہیں ہوگی۔ اور ہر ایک شخص اپنے طور پر زندگی بسر کرے گا۔ اس دور کے خاتمہ پر، ترتیا ترتیا نام کا دوسرا زمانہ شروع ہوگا۔

(ترتیا)، اس دور کے تمام آدمیوں کی عمر دس ہزار سال ہوگی، اور خود یہ زمانہ بارہ لاکھ چھیانوے ہزار سال کا ہوگا۔ جو زمانۂ اول کی مدت کا تین ثلث (۳/۴) ہوتا ہے۔ اس کے بعد،

دواپر۔ نام کا زمانہ وجود میں آئیگا۔ اس دور کی مدت آٹھ لاکھ چونسٹھ ہزار سال ہوتی ہے، جو زمانہ ثانی کی مدت کا دو ثلث (۲/۳)، اور زمانۂ اول کی مدت کا نصف ہے۔ اور اس زمانے میں پیدا ہونے والوں کی عمر ہزار سال بتائی جاتی ہے۔ اور جب دواپر کا زمانہ ختم ہوگا تو کلجگ شروع ہوگا۔

(کلجگ)، بعضے اسے کرجگ کہتے ہیں [کلجگ، اور کرجگ دونوں صحیح ہیں کیونکہ ہندی میں رے، اکثر لام، سے بدل جاتی ہے۔ لیکن کلجگ باشندگانِ شاہ جہان آباد کی بولی ہے اور کرجگ

قدیم ہندوؤں اور دہقانوں کی زبان ہے۔ اگرچہ باعتبارِ صحت کرجگ سے مغلوب ہے}

مختصر یہ کہ اس دور کی مُدّت چار لاکھ بتیس ہزار سال بتاتے ہیں۔ جو دورِ اوّل کی مُدّت کا ایک چوتھائی (¼) زمانۂ ثانی کا ایک تہائی (⅓) اور زمانۂ سوم کی مُدّت کے نصف (½) کے برابر ہوتی ہے۔ اور اس دور میں پیدا ہونے والے لوگوں کی عمر سو سال یا اس سے کچھ کم یا زیادہ شمار کرتے ہیں موجودہ زمانہ کلجگ کا دور ہے۔ پس اس حساب سے ان چاروں زمانوں کی مجموعی مُدّت عمر تینتالیس لاکھ بیس ہزار سال ہوتی ہے۔ جب یہ چاروں زمانے ختم ہونگے تو کہتے ہیں کہ ایک چوکڑی ختم ہوئی کیونکہ یہ چار چیزوں کے مجموعے کو چوکڑی کہتے ہیں۔ جب اس مدت کے حساب سے ستر چوکڑیاں ختم ہوں گی تو اُن کی مجموعی مُدّت برہما کی عمر کے ایک دن کے برابر ہوگی۔ اسی حساب سے برہما کی عمر کے سو برسوں کا زمانہ متعین کیا جا سکتا ہے اور کتابوں میں یہ بھی لکھا ہے اور سب لوگ اس پر متفق ہیں کہ جب تک زمانہ میں ایک برہما موجود رہتا ہے، دوسرا برہما وجود میں نہیں آتا۔ جس وقت وہ برہما مرجاتا ہے تو اس کی جگہ دوسرا کھڑا ہو جاتا ہے۔ اس کے مرنے کو پرلو کہتے ہیں اور جب کوئی چیز باقی نہ رہے تو اس کو مہاپرلو کہتے ہیں۔ پرلو کے معنی قیامت کے ہیں اور مہا کے معنی بزرگ۔ لہٰذا مہاپرلو قیامتِ کبریٰ کے مترادف ہوا۔ اُن کے خیال کے مطابق یکے بعد دیگرے اتنی تعداد میں برہما وجود میں آئے ہیں کہ اُن کا شمار ممکن نہیں لیکن گفت و شنید کے لئے قیاساً یہ کہا جاتا ہے کہ اب تک ایک ہزار برہما وجود میں آکر معدوم ہو چکے ہیں اور اب ایک ہزار اکیویں برہما کا زمانہ ہے جس کی عمر کے پچاس سال اور آدھا دن گذر چکا ہے اور مذکورہ فرقہ کے محققین کا قول ہے کہ منسا دیوی نامی ایک عورت ہے، جس کے بطن سے برہما کی ولادت ہوئی اور اُس عورت کے دو فرزند اور تھے جن میں سے ایک کا نام بشن اور دوسرے کا مہادیو تھا۔

کہا جاتا ہے کہ جو کچھ برہما نے پیدا کیا، اور پیدا کر رہا ہے یا آئندہ پیدا کریگا، اس کے فنا اور زوال کا محافظ بشن ہے۔ اور مہادیو جس کے معنی بزرگ ولی کے ہیں، ہندوؤں میں یہ بات مشہور ہے کہ وہ کامل فقیروں اور بے مثل عابدوں میں سے تھا اور ہمیشہ ایک بیل پر سوار ہوتا تھا جس کا نام ناد یا ہے۔ حالت خواب میں اُس کی ایک آنکھ چالیس چالیس لاکھ سال تک بند رہتی ہے۔ قدرتِ الٰہی سے وہ تمام موجودات

کو فنا کرنے کے لئے وجود میں آیا ہے اور اُس کی بیوی کا نام پاربتی ہے ۔ قوتِ شہوانی کے برانگیختہ ہونے کی حالت میں وہ پاربتی کے سامنے رقص کرتا اور بین بجاتا تھا ۔ بین، ہندوستان کا ایک قدیم ساز ہے اور یہ ساز اس طرح بنایا جاتا ہے کہ سوکھے دو گول کدوؤں میں دو طرف سے سوراخ کر کے اُن میں ایک لکڑی جوڑتے ہیں اور (اُس) لکڑی کے اس سرے سے اُس سرے تک لوہے کے تار باندھ کر بجاتے ہیں ۔ مشہور ہے کہ یہ ساز مہادیو نے ایجاد کیا تھا، اور اُس سے اچھا آج تک کسی نے نہیں بجایا ۔ علاوہ ازیں مہادیو کو علم موسیقی اور رقص کا پیشوا بھی مانا جاتا ہے ۔ بعض بے علم اسے آدم صفی اللہ مانتے ہیں ۔ اور بعض ملائے مکتب دار ہندو بچوں کو تعلیم دینے میں وقت صرف کرتے ہیں یا بے علم مسلمان بھی اس عقیدے کی تائید کرتے ہیں ۔

مختصر یہ ہے کہ جب یکے بعد دیگرے سو برہما مر جائیں گے تو اس کی عمر میں سے ایک دن کم ہوگا اور جب ہزار کشن مریں گے تو مہادیو کی عمر کا ایک دن گذرے گا ۔ اور اسی حساب سے کشن کی عمر سو سال مانی گئی ہے اور مہادیو کی عمر بھی اتنی ہی ہے ۔ یہ اہلِ تقلید کا مذہب ہے جنھیں سمارتک کہتے ہیں ۔

سمارتک کے معنی متشرع ہوئے ۔ یعنی جو ہندوؤں کے اہلِ شریعت کی طرح عبادت کرتا ہے اور حلال سے رغبت اور حرام سے کنارہ کشی اختیار کرتا ہے ۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہماری چار کتابوں کے علاوہ جو چار بید کے نام سے موسوم ہیں، کوئی دوسری کتاب الہامی اور آسمانی نہیں ہے ۔ اُن کی دلیل یہ ہے کہ بندہ اور خالق کے کلام میں فرق ہونا ضروری ہے ۔ پس لامحالہ خدا کا کلام مخلوق کی زبان سے الگ کسی زبان میں ہوگا ۔ جیسے ہمارے ویدوں کی زبان ہے جو بظاہر کسی شہر یا گاؤں کے لوگوں کی زبان نہیں ہے ۔ اس کے برخلاف قرآن کے الفاظ اہلِ عرب کی زبان پر جاری ہیں ۔

ایک دن راقم الحروف ایک مجلس میں موجود تھا ۔ ایک ہندو لڑکا کوئی کتاب لایا ۔ میں نے پوچھا :- کون سی کتاب ہے ؟ اُس نے جواب دیا کہ شاہجہاں بادشاہ کے عہد میں اُن کے بڑے لڑکے دارا شکوہ کی فرمائش سے کسی شخص نے اہلِ ہند کی کتب مذہبی میں سے ایک کتاب کا ترجمہ کیا تھا ۔ یہ نسخہ وہی ہے ۔ میں نے کہا کہ کیا دو تین دن کے لئے اپنے پاس رکھنے کو تم مجھے یہ کتاب دے سکتے ہو یا نہیں ۔ اس نے کہا لے جائیے فقیر نے گھر لا کر یہ کتاب شروع سے آخر تک پڑھی ۔ جب مذکورہ بالا مقام کا مطالعہ کر رہا تھا، میرے گھر میں

آگ لگ گئی۔ میں نے ایک کاغذ کے ٹکڑے پر یہ عبارت لکھ کر اُس کتاب میں رکھ دی۔ اور کتاب مالک کو واپس کردی — کہ شاہ جہاں آباد کے شوخ لڑکے ہمیشہ نئی زبانیں ایجاد کرکے آپس میں بات چیت کرتے ہیں۔ اُن کے علاوہ جنھوں نے اِن بچوں سے یہ زبان سیکھی ہو کوئی دوسرا شخص اس سے آگاہ نہیں ہو سکتا۔ کبھی کبھی کسی زبان کا عدم اشتہار، دوسری زبانوں پر اس کی فوقیت کا باعث ہو سکتا ہے، تو شاہ جہاں آباد کے لڑکوں کی یہ اختراعی زبان فارسی اور عربی سے جو کہ مروجہ اور مشہور ہیں، بہتر اور اشرف ہوئی۔ مگر ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ ان زبانوں کو لڑکے ایجاد کرتے ہیں اور دوسرے لوگ جلدی سیکھ جاتے ہیں۔ مگر عربی اور فارسی بغیر طالع کی یاوری کے حاصل نہیں ہوتی۔ پس جس زبان کا جلدی سیکھ لینا بچوں کے لئے ممکن ہے، اسے اس زبان پر کیسے فضیلت ہو سکتی ہے۔ جو بڑی عرق ریزی سے حاصل ہوتی ہے۔ وہ بھی تائید آسمانی ہو تو، ورنہ نہیں! اس صورت میں دوسری زبانوں پر سنسکرت کی ترجیح، بلا مرجح ہوئی۔ کیا عجب ہے کہ چند خرانِ تال لوگوں نے آپس میں متفق ہو کر ایک زبان اختراع کرلی ہو اور احمقوں کو گمراہ کرنے کے لئے آپس میں چند کتابیں لکھ ڈالی ہوں۔ قرآن کی فضیلت دوسری کتابوں پر ظاہر ہے۔ یہی دلیل کافی ہے کہ زمانۂ حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے عربی نثر و نظم کی کوئی تصنیف، فصاحت و بلاغت میں قرآن کو نہیں پہونچی۔ ثابت ہو گیا کہ مذکورہ کتاب انسانی کلام نہیں ہے۔

سنسکرت ایک قدیم زبان ہے جس میں ہندوؤں کے بید لکھے ہیں

بید۔ ہندوؤں کی کتاب ہے جس پر سب لوگ اعتقاد رکھتے ہیں اور اُن کے عالم کو اس فرقہ کا پیشوا سمجھا جاتا ہے۔ مختصر یہ کہ سمارتگوں کا فرقہ مذہب اسلام کے سنیوں اور اثنا عشریوں کے مانند ہے۔ اور بقیہ فرقے اسلام کے دوسرے فرقوں کے مشابہ ہیں۔ لیکن اس فرقے کے آزاد خیال لوگ جنھیں عقل و حکمت سے بھی کچھ بہرہ ہے، اُن میں دو طرح کے عقائد ہیں۔ ایک تو یہی عوام والا، جس کا ذکر کیا گیا ہے اور دوسرا عقیدہ خواص کا ہے، وہ اس طرح ہے کہ اُن کے اعتقاد کے مطابق تحقیق و تدقیق کے بعد باری تعالےٰ کی ذات اور صفات میں کوئی شے شریک و سہیم نہیں اور نہ کبھی تھی۔ اُن کا کہنا ہے کہ وہ ذاتِ باری انسان کی عقل اور اوہام کے احاطے سے باہر ہے۔ اس کا وجود جمیع اشیاء پر مقدم ہے

اور کسی شے کا اس کی ذات پر اطلاق جائز نہیں۔ منسادیوی سے اس کی قدرت کاملہ مراد ہے۔ اور عام لوگوں کو سمجھانے کے لئے اسے یہ نام دیا گیا ہے اور منسادیوی کے تین لڑکوں [برھما۔ بشن اور مہادیو] سے وہ تین قوتیں مراد ہیں جو اس قدرت کاملہ میں جمع ہیں۔ پہلی قوت چیزوں کو ایجاد کرنے کی ہے جسے برھما سے تعبیر کرتے ہیں۔ دوسری قوت اشیائے موجودہ کی حفاظت، جسے بشن سے منسوب کیا جاتا ہے اور تیسری قوت ہر شے کو فنا کرنے کی ہے جس کے لئے مہادیو شہرت رکھتا ہے۔

مختصر یہ کہ سمارتکوں کا عقیدہ ہے کہ بشن مختلف شکلوں اور صورتوں میں ظاہر ہوتا ہے اور ہر صورت کو ہندی زبان میں اوتار کہتے ہیں اور عربی زبان میں اوتار کے معنی مظہر کے ہیں چونکہ ہندوؤں کا مذہب تصوف کے تابع ہے اس لئے ہر صورت کو خدا کا مظہر بلکہ خدا سمجھتے ہیں۔ ازاں جملہ متذکرہ صورتوں میں پہلی صورت ماہی کی ہے جس کو مچھ اوتار کہتے ہیں۔ یعنی مظہر حق ماہی کی شکل میں، کیونکہ قدیم ہندی زبان میں مچھ کے معنی ماہی کے ہیں۔ اور اوتار کے معنی ظاہر ہیں۔ اور اس شکل میں ظاہر ہونے سے بشن کی غرض یہ تھی کہ تمام آبی جانوروں کی حفاظت کی جائے۔ دوسرا کچھ اوتار۔ یعنی خدا کا مظہر کچھوے کی شکل میں۔ ہندی میں کچھوے کے لئے کچھ آتا ہے۔ اس صورت میں ظہور پذیر ہونے کی غرض و غایت وہی تھی جو ماہی کی شکل میں ہونے کی تھی۔ سوم، سور [خوک] کی شکل میں ظہور جسے بیراہ اوتار کہتے ہیں۔ ہندی زبان میں بیراہ، سور کو کہتے ہیں۔ چہارم، نرسنگھ اوتار، نرسنگھ کے معنی شیر نر کے ہیں۔ اس صورت میں ظاہر ہونے کی غرض و غایت جنگل کے جانوروں کی نگہبانی ہے۔

راقم الحروف کہتا ہے کہ جناب اقدس الٰہی کا ان صورتوں میں ظہور بھی ایک عجیب عقیدہ ہے [اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا مِنْ کُلِّ بَلَاءِ الدُّنْیَا] شاید صوفیۂ صافیہ کے نزدیک اس طرح کے اقوال صداقت سے قریب ہوں۔ میں نے ایک کتاب میں دیکھا کہ ایک متکلم کسی صوفی سے ملا۔ آپس میں مباحثہ ہونے لگا۔ متکلم نے کہا کہ جب تم باری تعالیٰ کے موجودات میں حلول کرنے کے قائل ہو تو کتے اور سور کے بارے میں تمہارا کیا عقیدہ ہے؟ اس نے کہا۔ دونوں ذات باری

کے محل (ظہور) ہیں۔ متکلم بگڑ کر کہنے لگا وائے اس خدا پر جو گئے اور سور کی جون میں آجائے صوفی نے جواب دیا کہ وائے اس خدا پر جو سور اور کتے کی جون میں نہ آسکے۔ اور ایک صوفی کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ کوئی مسلمان اس کے پاس غلاظت لے کر آیا اور کہا "میں تمہارے لئے کھانا لایا ہوں۔ اس ولی کامل نے سور کی شکل اختیار کی اور اس غلاظت کو نوش کرلیا اس فرقے کے پیرو اسے مقرب خدا اور اس کی اس حرکت کو خوارق میں سے سمجھتے ہیں۔

پنجم۔ واسن اوتار' واسن کے معنی ایک کوتاہ قد آدمی کے ہیں۔ کہ شاہ جہاں آباد کی ہندی زبان میں اسے بونا کہتے ہیں۔

کہتے ہیں کہ کشن ایک برہمن کے گھر میں جو ہندوؤں میں شریف ترین ذات ہے' پیدا ہوا تھا۔ اس ظہور کی غرض نوع انسانی کی حفاظت اور ہدایت تھی۔ کیونکہ اس فرقے کے بعض علمائے اکابر کا مقولہ ہے کہ جب تک عابد و معبود کے درمیان ایسی متوسط صورت اُن اوصاف سے ظاہر نہ ہو کہ ظاہر میں وہ انسانی صورت میں ہو مگر اصل میں اس کے افعال' افعال الٰہی اور خدا کی قوت و قدرت کاملہ اس میں نمایاں ہو' اس وقت تک بندہ کا خدا کی حقیقت کو پہنچنا ممکن نہیں۔ لہٰذا افرادِ بشری کی تکمیل کے لئے اوتار وجود میں آئے۔ یہ سبب نہ تھا کہ بعض لوگ مرتبۂ عقلی میں ترقی کر کے اوتار بن گئے ہوں۔

ششم۔ پرسرام اوتار۔ (پرسرام) بھی برہمن کا لڑکا تھا۔ اور اپنے زمانے میں اُس نے سب کھتریوں کو اس وجہ سے قتل کر دیا تھا کہ اس فرقے کے ایک شخص نے اُس کے باپ کو قتل کیا تھا۔ کھتری' ہندوؤں کا ایک فرقہ ہے جس کی تفصیل اس کے بعد لکھی جائے گی بعض محققین کے قول کے مطابق اس زمانے میں اصیل النسل کھتری روئے زمین پر باقی نہیں رہے ہیں۔ اور جس قدر بھی ہیں وہ لوگ برہمن کے نطفے سے ہیں۔ کیونکہ اس جماعت کے مردوں کے قتل کے بعد اُن کی بچی ہوئی عورتوں کو پرسرام نے اپنے بھائیوں کے حوالے کر دیا تھا اور اُن کے بطن سے جو اولاد وجود میں آئی وہ برہمن کے بجائے کھتری کے لقب سے ملقب ہوئی۔

لیکن نطفہ کے اعتبار سے یہ لوگ قدیم کھتریوں سے شریف تر ہیں۔ اور ہندوؤں میں یہ قاعدہ ہے کہ آدمی کی شرافت کا تعلق ماں کے بطن سے ہے باپ کے نطفے سے نہیں۔ ظاہر ہے کہ ایک مسلمان عورت کے بطن سے متولد ہندو لڑکا مسلمان ہے نہ کہ ہندو۔ ایک شریف ہندو کے نطفے سے ایک رذیل عورت کے بطن سے متولد لڑکا لازمی طور پر رذیل ہو نہ کہ شریف۔

تصحیح ضروری

افسوس ہو کہ گذشتہ مہینہ کے برہان میں "اقبال اور قرآن" کے عنوان سے جو مقالہ شائع ہوا ہو اس میں غلطی سے مقالہ نگار کا نام بجائے ڈاکٹر اکبر حسین کے اقبال حسین لکھا گیا۔ ناظرین تصحیح کرلیں۔ منیجر

ندائے ملت لکھنؤ

پہلا شمارہ ۱۲ر مارچ سنہ ۱۹۶۲ء کو شائع ہو گیا ہے

محض ایک اخبار نہیں۔۔ ایک نئی جد و جہد کا سنگ بنیاد ہے۔

ہندوستان کے اندر مسلمانوں کی تعداد پانچ کروڑ ہے۔ لیکن اتنی بڑی تعداد کے وجود اور ملک میں لا مذہبی جمہوری دستور کے باوجود آزادی کے پہلے دن سے آج تک وہ ایسے حالات میں چل رہے ہیں کہ اپنے متعلق دوسرے درجہ کے شہری ہونے کا احساس ہونے لگا ہے

ندائے ملت

اس احساس کے خلاف ایک غیر متشددانہ پکار ۔۔۔ اور اس جد و جہد اور عزم و عمل کا سنگ بنیاد ہے جس پر گامزن ہو کر حالات کا رُخ بدلا جا سکتا ہے۔

ہندوستان کے مسلمانوں کو حالات کے صحیح جائزے کی ضرورت ہے ۔۔۔ مسائل کی بے لاگ تشریح کی ضرورت ہے ۔۔۔ حقیقت پسندانہ ذہن و فکر کی ضرورت ہے ۔۔۔ اور اعتماد سے بھرپور جرات اور ولولۂ عمل کی ضرورت ہے۔

ندائے ملت

یہی سامان حیات مہیا کرنا چاہتا ہے

زیر نگرانی

مولانا سید ابو الحسن علی ندوی ۔ مولانا محمد منظور نعمانی